ہرا فرض کرکے اسے اُخضری یا زمرّدی کہا کرتے تھے۔ علمِ نجوم کی رو سے آسمان کو بارہ حصّوں میں بانٹتے ہیں ہر حصّے کو برج کہا جاتا ہے۔

"مہرو ماہ، گردشِ سپہرِ بے مہر" سے لے کر "ڈھنگ پیدا ہے" تک چند سطروں میں علمِ نجوم سے تعلّق رکھنے والے مندرجہ ذیل الفاظ استعمال ہوئے ہیں :

مہر، ماہ، گردش، سپہر، برج، ہم آغوش، درمیان، فلک، مدّت، مقابلہ، کُسوف اور خُسوف۔ اس طرح کی رعایتیں، جن سے کہ عبارت کا حُسن بڑھتا ہے رجب علی بیگ سرؔور کے یہاں کثرت سے ہیں۔

پہلے پیراگراف میں "جانِ عالَم نے قدم بڑھا" سے جو عبارت شروع ہوتی ہے اس پر غور کیجیے اور بتائیے کہ اس میں اس طرح کی کون سی خوبی ہے ؟

مشق اور مطالعہ

(1) آپ کو "باغ و بہار" زیادہ مزے دار لگتی ہے کہ "فسانۂ عجائب"؟ دس جملوں میں بیان کیجیے۔

(2) سبق کے آخری پیراگراف میں جتنے مقفّیٰ فقرے یا جملے ہیں ان کو اپنی کاپی میں لکھیے۔

مِرزا اسداللہ خاں غالبؔ

(1869 – 1797)

غالبؔ کے حالات آپ آگے پڑھیں گے۔ اُردو ادب میں غالب وہ واحد ہستی ہیں جن کو نظم اور نثر دونوں میں غیر معمولی امتیاز حاصل ہے۔ اردو میں نئی نثر کی ابتدا میر امّن سے ہوتی ہے لیکن نئی علمی نثر کی ابتدا کا سہرا غالبؔ کے سر بندھتا ہے۔ غالب نے اپنے خطوں میں علمی اور ادبی معاملات پر بہت ہی صاف اور رواں زبان میں اظہارِ خیال کیا ہے

غالبؔ نے 1849 کے آس پاس اردو میں خط لکھنا شروع کیے۔ کچھ ہی دنوں میں ان کے طرزِ تحریر کی دھوم مچ گئی اور آخر آخر میں ان کے خطوں کے دو مجموعے ان کی زندگی میں ہی شائع ہوئے۔ اُس وقت سے لے کر آج تک غالب کے خطوط اردو نثر کے اعلا شاہ کاروں کی فہرست میں نمایاں مقام پر ہیں۔

غالب نے ایک بار لکھا تھا کہ میں نے ایک نیا اندازِ تحریر ایجاد کیا ہے اور مراسلے (خط) کو مکالمہ (آپس کی بات چیت) بنا دیا ہے۔ تب سے یہ بات اردو کے اکثر نقّادوں نے کہی ہے۔ بعض لوگوں نے اس سے یہ نتیجہ بھی نکالا ہے کہ غالبؔ نے اپنے خطوں میں بالکل بول چال کی زبان لکھی ہے۔

لیکن یہ حقیقت میں اتنی سادہ نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ غالب نے پرانے زمانے کا طریقہ بڑی حد تک ترک کر دیا اور خطوں میں جو لمبے لمبے القاب اور لفّاظی سے بھری ہوئی باتیں ہوتی تھیں ان کو بہت کم اختیار کیا۔ لیکن ان کا اصل کمال یہ ہے کہ انھوں نے فارسی عربی کو اپنے خطوں میں اس طرح کھپایا ہے کہ زبان کی سطح بلند ہوگئی ہے پھر بھی عبارت بوجھل نہیں معلوم ہوتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بہت پڑھا لکھا لیکن ہنس مکھ شخص آپ سے بے تکلّف باتیں کر رہا ہے۔ ہنسی مذاق کی باتیں بھی غالب کے خطوں کا اہم عنصر ہیں لیکن جس طرح وہ ہنسی مذاق کی باتیں کرنے پر قادر ہیں اسی طرح رنج، غصّہ اور افسوس کا بھی اظہار کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ کبھی کبھی وہ اپنے آپ ہی پر ہنستے یا غصّہ کرتے ہیں۔ کبھی کبھی دوستوں سے ناراض ہوتے ہیں یا ان کو مناتے ہیں۔

غالب کے خط پڑھ کر آپ کو لگتا ہے کہ آپ نے غالب کو دیکھ لیا۔ یہ خصوصیت کسی اور کے خطوں میں نہیں ملتی۔

دیتے ہیں۔ چناں چہ میں آٹھویں رجب 1212 ھ میں روبکاری کے واسطے یہاں بھیجا گیا۔ تیرہ برس حوالات میں رہا۔ 7 رجب 1225 ھ کو میرے واسطے حکمِ دوام حبس صادر ہوا۔ ایک بیڑی میرے پاؤں میں ڈال دی اور دلّی شہر کو زنداں مقرّر کیا اور مجھے اس زنداں میں ڈال دیا۔ فکرِ نظم و نثر کو مشقّت ٹھہرایا۔ برسوں کے بعد میں جیل خانہ سے بھاگا۔ تین برس بلادِ شرقیہ میں پھرتا رہا۔ پایانِ کار مجھے کلکتہ سے پکڑ لائے، پھر اُسی مَحبَس میں بٹھا دیا۔ جب دیکھا کہ یہ قیدی گُریز پا ہے، دو ہتھکڑیاں اور بڑھا دیں۔ پاؤں بیڑی سے فگار، ہاتھ ہتھکڑیوں سے زخم دار۔ مشقّت مقرّری اور مشکل ہوگئی۔ طاقت یک قلم زائل ہوگئی۔ بے حیا ہوں۔ سالِ گزشتہ بیڑی کو زاویۂ زنداں میں چھوڑ مع دونوں ہتھکڑیوں کے بھاگا۔ میرٹھ، مراد آباد ہوتا ہوا رام پور پہنچا۔ کچھ دن کم دو مہینے وہاں رہا تھا کہ پھر پکڑا آیا۔ اب عہد کیا کہ اور نہ بھاگوں گا۔ بھاگوں گا کیا؟ بھاگنے کی طاقت بھی تو نہ رہی۔ حکمِ رہائی دیکھیے کب صادر ہو۔ ایک ضعیف سا احتمال ہے کہ اسی ماہ ذی الحجہّ 1277 ھ میں چھوٹ جاؤں۔ بہر تقدیر بعد رہائی کے تو آدمی سوائے اپنے گھر کے اور کہیں نہیں جاتا۔ میں بھی بعدِ نجات سیدھا عالمِ ارواح کو چلا جاؤں گا۔

یکم جنوری 1860 غالبؔ

مِرزا علاء الدّین احمد خاں علاؔئی کے نام

جانِ غالب!

یاد آتا ہے کہ تمھارے عمِ نامدار سے سُنا تھا کہ لُغات "دساتیر" کی فرہنگ وہاں ہے۔ اگر ہوتی تو کیوں نہ بھیج دیتے؟ خیر۔ ع

آنچہ ما درکار داریم اکثرے درکار نیست

تم ثمرِ نورس ہو اُس نہال کے جس نے میری آنکھوں کے سامنے نشو و نما پائی ہے اور میں ہَوا خواہ و سایہ نشیں اس نہال کا رہا ہوں۔ کیوں کر تم مجھ کو عزیز نہ ہوگے؟ رہی دید وا دید، اس کی دو صورتیں ہیں: تم دلّی میں آؤ یا میں لوہارو آؤں۔ تم مجبور، میں معذور۔ خود کہتا ہوں کہ میرا عُذر زِنہار مسموع نہ ہو، جب تک نہ سمجھ لو کہ میں کون ہوں اور ماجرا کیا ہے۔

سُنو، عالَم دو ہیں: ایک عالَمِ ارواح اور ایک عالَمِ آب و گِل۔ حاکم ان دونوں عالَموں کا وہ ایک ہے، جو خود فرماتا ہے: "لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ؟" اور پھر آپ جواب دیتا ہے: "لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔" ہر چند قاعدۂ عام یہ ہے کہ عالَمِ آب و گِل کے مجرم عالَمِ ارواح میں سزا پاتے ہیں، لیکن یوں بھی ہوا ہے کہ عالَمِ ارواح کے گُنہ گار کو دنیا میں بھیج کر سزا

میر مہدی مجروحؔ کے نام

اہا ہا! میرا پیارا میر مہدی آیا۔ آؤ بھائی مزاج تو اچھا ہے؟ بیٹھو، یہ رام پور ہے، دارالسّرور ہے۔ جو لطف یہاں ہے، وہ اور کہاں ہے؟ پانی، سُبحان اللہ! شہر سے تین سو قدم پر ایک دریا ہے اور کوسی اس کا نام ہے، بے شبہ چشمۂ آبِ حیات کی کوئی سوت اس میں ملی ہے۔ خیر، اگر یوں بھی ہے تو بھائی، آبِ حیات عمر بڑھاتا ہے، لیکن اتنا شیریں کہاں ہوگا؟

تمہارا خط پہنچا، تردّد عبث۔ میرا مکان ڈاک گھر کے قریب اور ڈاک مُنشی میرا دوست۔ نہ عُرف لکھنے کی حاجت، نہ محلّے کی حاجت۔ بے وسواس خط بھیج دیا کیجیے اور جواب لیا کیجیے۔ یہاں کا حال سب طرح خوب ہے اور صحبت مرغوب ہے۔ اس وقت تک مہمان ہوں۔ دیکھوں، کیا ہوتا ہے۔ تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں ہے۔ لڑکے دونوں میرے ساتھ آئے ہیں۔ اس وقت اس سے زیادہ نہیں لکھ سکتا۔

فروری 1860 — غالبؔ

مُنشی ہرگوپال تفتہؔ کے نام

کیوں مرزا تفتہؔ، تم بے وفا یا میں گنہ گار؟ یہ بھی تو مجھ کو معلوم نہیں کہ تم کہاں ہو؟ ابھی ایک صاحب میری ملاقات کو آئے تھے۔

تقریباً تمہارا ذکر درمیان آیا۔ وہ کہنے لگے کہ وہ کول میں ہیں۔ اب میں حیران ہوں کہ خط کول بھیجوں یا سکندر آباد! اگر کول بھیجوں تو مُسکن کا پتا کیا لکھوں؟ بہر حال سکندر آباد بھیجتا ہوں۔ خدا کرے پہنچ جائے۔ تمہارا دیوان بطریقِ پارسل میرے پاس آیا۔ میں نے ہرکارے کو راجا امید سنگھ بہادر کے گھر کا پتا بتا کر وہاں بھجوا دیا۔ یقین ہے کہ پہنچ گیا ہوگا۔ پانچ چار دن سے سُنتا ہوں کہ وہ متھرا اور اکبر آباد کی طرف گئے ہیں۔ مجھ سے مل کر نہیں گئے ہیں۔ بہر حال اس خط کا جواب جلد لکھو اور ضرور لکھو۔

بھائی تم سیّاح آدمی ہو۔ جہاں جایا کرو، مجھ کو لکھ بھیجا کرو کہ میں وہاں جاتا ہوں یا جہاں جاؤ وہاں سے خط لکھو۔ تمہارے خط کے نہ آنے سے مجھے تشویش رہتی ہے۔ میری تشویش تم کو کیوں پسند ہے؟

محرّرہ یک شنبہ 27 مارچ 1859 — غالب

قربان علی بیگ سالکؔ کے نام

میری جان کن اوہام میں گرفتار ہے؟ جہاں باپ کو پیٹ چکا، اب چچا کو بھی رو۔ خدا تجھ کو جیتا رکھے اور تیرے خیالات و احتمالات کو صورت وقوعی دے۔ یہاں خدا سے بھی توقّع باقی نہیں، مخلوق کا کیا ذکر؟ کچھ بَن نہیں آتی۔ اپنا آپ تماشائی بن گیا ہوں۔ رنج و ذلّت سے خوش ہوتا ہوں۔ یعنی میں نے اپنے کو اپنا غیر تصوّر کیا ہے۔ جو دکھ مجھے پہنچتا ہے، کہتا ہوں: لو غالبؔ کے ایک اور جوتی لگی۔ بہت اِتراتا

تھا کہ میں بڑا شاعر اور فارسی داں ہوں۔ آج دور دور تک میرا جواب نہیں۔ لے اب قرض داروں کو جواب دے۔ سچ تو یوں ہے، غالبؔ کیا مَرا، بڑا مُلحد مَرا، بڑا کافر مَرا۔ ہم نے ازراہِ تعظیم، جیسا بادشاہوں کو بعد ان کے "جنّت آرام گاہ" و "عرش نشیمن" خطاب دیتے ہیں، چونکہ یہ اپنے کو شاہِ قلمروِ سخن جانتا تھا، "سقرمقر" اور "ہاویہ زاویہ" خطاب تجویز کر رکھا ہے۔ "آئیے نجم الدّولہ بہادر!" ایک قرضدار کا گریبان میں ہاتھ ایک قرضدار بھوگ سُنا رہا ہے۔ میں ان سے پوچھ رہا ہوں: "اجی حضرت نواب صاحب! نواب صاحب کیسے، اوغلان صاحب! آپ سَلجُوقی اور اَفراسیابی ہیں۔ یہ کیا بے حرمتی ہو رہی ہے؟ کچھ تو اُکسو، کچھ تو بولو۔" بولے کیا بے حیا، بے غیرت، کوٹھی سے شراب، گندھی سے گلاب، بزاز سے کپڑا، میوہ فروش سے آم، صرّاف سے دام قرض لیے جاتا تھا۔ یہ بھی سوچا ہوتا، کہاں سے دوں گا۔

معنی اور اشارے

دساتیر = ایک پرانی کتاب جس کے بارے میں لوگوں کا خیال تھا کہ یہ پارسی مذہب کی اصلی مقدّس کتاب ہے۔ لیکن اب کچھ لوگوں کی رائے میں یہ کتاب جعلی ہے۔ مرزا غالب کو یہ بات معلوم نہ تھی۔

آنچہ ما درکار داریم
اکثرے درکار نیست = جس چیز کی ہم کو ضرورت ہے اس کی ضرورت اکثر

لوگوں کو نہیں ہے۔

ثمرِ نورس = تازہ پکّا ہوا پھل

دید وا دید = ملاقات کرنا

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْم
(قرآن شریف) = آج کس کی حکومت ہے؟

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّار
(قرآن شریف) = اللہ کے لیے، جو واحد ہے اور بے حد زور رکھنے والا ہے۔

روبکاری = عدالت میں حاضری

بلادِ شرقیہ = پورب کے شہر۔ 'بلاد' جمع ہے 'بَلَد' کی۔ جس کے معنی شہر ہیں۔

گریز پا = بھاگنے پر مُصِر، وہ جو ہر وقت دور دور بھاگتا پھرے۔

تقریباً = باتوں باتوں میں

کول = علی گڑھ کا پرانا نام

محرّرہ = لکھی ہوئی۔ لکھا ہوا

صورت وقوعی = واقعے کی شکل، حقیقت کی شکل

مُلحد = خدا کو نہ ماننے والا

سَقَر مَقَر = جس کے رہنے کی جگہ جہنّم ہو

زاویہ = کونا

ہاویہ زاویہ = جو ہاویہ (یعنی جہنّم) کے ایک کونے میں پڑا ہو

نجم الدّولہ بہادر = "نجم الدّولہ" غالب کا ایک خطاب تھا۔ "بہادر" کا لفظ یہاں عزّت کے لیے ہے جیسے صاحب بہادر۔

بھوگ سُنانا = گالی دینا

اوغلان = یہ لفظ ترکی ہے، کسی کو احترام کے ساتھ مخاطب کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے، جیسے ہمارے یہاں "حضور" یا "جناب"۔

سَلجُوقی = تُرک نسل کا ایک مشہور خاندان جس نے ایران پر بہت دن بادشاہت کی۔ اس خاندان کے بانی کا نام "سَلجُوق" کہا جاتا ہے۔

اَفراسیاب = قدیم داستانی زمانے کا ایک مشہور بادشاہ جو نسلاً تُرک فرض کیا جاتا ہے۔

اُکسنا = مُنہ سے اُگلنا

کوٹھی = گودام۔ وہ جگہ جہاں سے تجارت کی جاتی ہے

گندھی = عطر فروش

صرّاف = روپے کا لین دین کرنے والا

دام = روپے

غور کرنے کی بات

خط نمبر ایک : اس خط میں غالب نے اپنی زندگی کا پورا حال ہنسی ہنسی میں بیان کر دیا ہے لیکن یہ بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کا دل کس قدر رنجیدہ

ہے۔ اپنا دکھ درد اس طرح بیان کرنا کہ سب باتیں آجائیں، پڑھنے والا متاثر ہو اور بے اختیار مسکرا بھی دے، یہ غالب کا وہ انداز ہے جس کی مثال سارے اردو ادب میں مشکل سے ملے گی۔ اس طرزِ تحریر کو انگریزی میں "کالی ظرافت" Black Humour کہتے ہیں۔

" اگر ہوتی تو کیوں نہ بھیج دیتے " کا فقرہ استعمال کرکے غالب نے بڑی خوب صورتی سے کہہ دیا ہے کہ کتاب ہے تو علاّئی کے پاس لیکن میں اس کو صاف صاف کہہ کر علاّئی کو الزام نہیں دینا چاہتا لیکن چونکہ یہ کہنا بھی ہے کہ کتاب نہ بھیج کر علاّئی نے زیادتی کی ہے اس لیے یہ لطیف پیرایہ اختیار کیا ہے کہ کتاب علائی کے پاس نہ ہوگی اگر ہوتی تو وہ ضرور بھیج دیتے۔

اس خط کے بڑے حصّے میں تمام باتوں کو عدالت اور سزا سے متعلّق الفاظ کے ذریعے ظاہر کیا گیا ہے۔ ایسے الفاظ اور فقروں کی فہرست بنائیے اور بتائیے کہ غالب نے ان سے کیا مراد لی ہے؟

یہ بھی دیکھیے کہ خط کے اس حصّے میں غالب نے خود کو مجبور اور اپنا مالک آپ نہ ہونے کو کن الفاظ اور فقروں سے ظاہر کیا ہے۔

خط نمبر دو : خط کے پہلے پیراگراف میں غالب نے ہم قافیہ فقرے اور جملے لکھے ہیں۔ میرامّن کے پہلے پیراگراف سے اس پیراگراف کا مقابلہ کیجیے اور بتائیے کہ ہم قافیہ فقرے اور جملے کس کے یہاں زیادہ ہیں۔

خط نمبر تین : منشی ہرگوپال تفتہ، غالب کے بہت پیارے شاگرد تھے۔ غالب انھیں اکثر پیار سے "مرزا تفتہ" کہا کرتے تھے۔

خط نمبر چار : اس خط میں غالب نے ڈرامائی انداز اختیار کیا ہے۔ یعنی وہ اپنا حال یوں بیان کر رہے ہیں جیسے کچھ دوسرے ہی لوگ کسی واقعے

میں شریک ہوں۔ بیان اور واقعے میں یہ فاصلہ رکھ دینے کی بنا پر بات میں جو شدّت اور تلخی ہے وہ اپنی حد کے اندر رہتی ہے اور ناگوار نہیں معلوم ہوتی۔

مشق اور مطالعہ

(1) خط نمبر ایک کی بنیاد پر غالب کی زندگی کے حالات اپنی عبارت کے دس جملوں میں لکھیے۔

(2) رام پور کی تعریف میں غالب نے کیا کہا ہے؟ اور اس سلسلے میں اپنی تعریف کس طرح کی ہے؟

سر سیّد احمد خاں

(1898-1817)

سیّد احمد خاں دلّی کے ایک معزّز گھرانے میں پیدا ہوئے۔ سیّد احمد نے اپنے زمانے کے اہلِ کمال سے فیض حاصل کیا۔ 1839 کے آس پاس انھوں نے انگریزوں کی ملازمت اختیار کی۔

1862 میں جب وہ غازی پور میں تھے، انھوں نے ایک انجمن "سائنٹفک سوسائٹی" کے نام سے بنائی۔ اس انجمن کا مقصد یہ تھا کہ جدید علوم اور خاص کر سائنس کے علوم کا مطالعہ کیا جائے اور ان علوم کو ہندوستانیوں میں عام کیا جائے۔ 1869 میں سیّد احمد خاں ایک سال کے لیے انگلستان گئے۔ واپس آکر انھوں نے انگریزی کے عمدہ رسالوں کی طرز پر اپنا رسالہ "تہذیب الاخلاق" نکالنا شروع کیا۔

اس طرح "تہذیب الاخلاق" کے ذریعے اردو میں ایک نئی طرح کی علمی نثر کا رواج شروع ہوا۔ انگلستان سے واپس آکر سیّد احمد خاں نے علی گڑھ میں ایک اسکول بھی کھولا۔ یہ اسکول 1878 میں "محمڈن اینگلو اورینٹل کالج" بنا، اور پھر یونی ورسٹی کی شکل میں ہندوستان کا ایک نمایاں علمی ادارہ بن گیا۔

1878 میں سیّد احمد خاں کو "سر" کا خطاب ملا۔ یہ خطاب ان کے نام کا